بروقت صحیح تدبیریں سجھانا بھی ہے۔ اور مدد سے مراد ہر قسم کی مدد ہے۔ حق اور باطل کی کش مکش میں جتنے محاذ بھی کھلیں ہر ایک پر اہلِ حق کی تائید میں کمک پہنچانا اللہ کا کام ہے"۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۲۴۷-۲۴۸)

غرض یہ کہ اس عمرانی تفسیر میں راہِ عمل کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ راستے پر چلنے کے لیے مسلسل ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کی آیات کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ وہ معاشرے کو متحد، منظم اور یک جا رکھتی ہیں اور معاشرے کو تفرقے اور انتشار سے بچاتی ہیں۔

۴- تفہیم القرآن کی ایک اور اہم خصوصیت اسلامی مکاتب فکر اور فرقوں کے مابین قربت و ہم آہنگی کی روش اختیار کرنا ہے۔ یہ تفسیری منہج، فرقہ وارانہ مفاہمت پیدا کرنے، مسلمانوں کو متحد رکھنے اور اسلامی معاشرے میں فرقہ واریت اور تعصب کو ختم کرنے کی کوششوں کا ایک بڑا جلیل القدر حصہ ہے۔ یہ جذبۂ اتحاد عصرِ حاضر میں متعدد مسلم مصلحین و مفکرین میں دیکھنے میں آتا ہے۔ اس نقطۂ نظر کے مصنفین کا یقین ہے کہ تفرقہ بازی اور مذہبی اختلاف اسلامی اصولوں کے خلاف ہے اور امت اسلامی کے اتحاد کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ یہ ایک فطری سی بات ہے کہ اسلامی معاشرے کے افراد مختلف سنی یا شیعہ اسلامی مکاتب فکر سے وابستہ ہوں، مگر چوں کہ مسلمان اسلام کی اصل بنیادوں جیسے: توحید، نبوت، معاد (آخرت) پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن کو آسمانی اور الٰہی کتاب مانتے ہیں اور عملی لحاظ سے ارکانِ اسلام: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کے پابند ہیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند ہیں، لہٰذا فقہی و اجتہادی اختلاف ان میں جدائی اور متحارب گروہ در گروہ بننے کا باعث نہ ہونا چاہیے۔

ہر فقہی مکتب فکر کی علمی کاوشیں اور مجتہدانہ تحقیقات جدائی، نزاع، لڑائی اور خون ریزی کا سبب نہ بننے پائیں، بلکہ ایک زندہ معاشرے میں اس قسم کے اجتہادات ایک فطری امر ہیں اور معاشرے میں کئی نقطہ ہائے نظر اور آرا کے ظہور کا باعث ہیں۔ لہٰذا انھیں درجہ کمال اور ربط و اتحاد کا ذریعہ بننا چاہیے۔ خاص طور پر اگر یہ اجتہادات و آرا، سماجی فکر سے مربوط ہوں اور انسان کو زوال و پستی سے نجات دلانے والے ہوں۔ لہٰذا، اسلامی برادری میں ان اختلافات کو دشمنانِ اسلام کے غلط فائدہ اٹھانے کا راستہ نہ بننے دینا چاہیے، تاکہ وہ اسلامی اخوت کی روح اور اتحاد و یک جہتی کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

علامہ مودودیؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو زندگی بھر وحدتِ اُمت کو فروغ دینے کی کوششوں میں مصروف رہے ہیں۔ وہ سورۂ آل عمران (آیت ۱۰۳) میں نکتۂ اتحاد کو یوں بیان فرماتے ہیں:

مسلمانوں کی نگاہ میں اصل اہمیّت 'دین' کی ہو'اسی سے ان کو دل چسپی ہو'اسی کی اقامت میں وہ کوشاں رہیں اور اسی کی خدمت کے لیے آپس میں تعاون کرتے رہیں۔ جہاں دین کی اساسی تعلیمات اور اس کی اقامت کے نصب العین سے مسلمان ہٹے اور ان کی توجہات اور دل چسپیاں جزئیات و فروع کی طرف منعطف ہوئیں' پھر ان میں لازماً وہی تفرقہ و اختلاف رونما ہو جائے گا' جو اس سے پہلے انبیا علیہم السلام کی امتوں کو ان کے اصل مقصد حیات سے منحرف کر کے دنیا اور آخرت کی رسوائیوں میں مبتلا کر چکا ہے۔ (تفہیم القرآن' ج ا' ص ۲۷۶-۲۷۷)

علامہ مودودیؒ کا اسلامی مکاتب و مذاہب کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کا منہج و طریق ان لوگوں کے طرزِ عمل کے بالکل برعکس ہے' جو اپنی تفسیر کو اختلاف و نزاع اور مذہبی مجادلہ و کش مکش کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور محبّت و یکجہتی کو دگرگوں کرنے کا تہیّہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کسی بھی موقع و مناسبت سے اپنے مخالف فرقے یا جماعت پر حملہ کرنے اور اُن سے اختلاف کرنے سے نہیں چُوکتے۔ اپنے مخالفین کو کافر فاسق اور گمراہ قرار دیتے ہیں اور دھڑے بندی سے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ ان حضرات نے قرآنی تفسیر کے اوراق کو محض اختلافی مباحث سے آلودہ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات آیاتِ قرآنی کی وضاحت میں صرف اپنا ہی نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں۔

ان کے برعکس علامہ مودودیؒ نہ تو فرقہ وارانہ اختلافات میں حصّہ لیتے ہیں اور نہ مخالف کی تردید کو اپنی تفسیر کی شرط قرار دیتے ہیں۔ وہ صرف قرآن مجید کے علمی' اخلاقی' سماجی اور سیاسی احکام کی وضاحت کرتے ہیں۔ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ انھی اختلافات سے دشمن فائدہ اٹھاتا ہے' اور انھیں تہذیبی' سیاسی' معاشی' فکری اور جغرافیائی سطح پر غلام بناتا ہے۔

افسوس کہ اس مختصر مضمون میں' میں علامہ مودودیؒ کی تفسیر کی دیگر گوناگوں خصوصیات کو زیر بحث نہیں لا سکا۔ ترجمے کے اسلوب اور تفسیر پیش کرنے کی کیفیت پر بھی روشنی نہیں ڈال سکا۔ مولانا کی تفسیر کے اہداف و مقاصد اور دیگر مرکزی نکات بھی بیان طلب رہ گئے ہیں۔

سید مودودیؒ کا تفسیری اسلوب

پروفیسر الیف الدین ترابی ○

مولانا مودودیؒ کے زندہ کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں اسلامی عقائد اور نظام زندگی کے حوالے سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کی' اور ان کی تحریروں نے مسلم نوجوانوں میں اس اعتماد کو بحال کیا کہ اسلام ہی وہ واحد نظام زندگی ہے جو دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق دنیا کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے (مجلہ البعث الاسلامی' بابت محرم ۱۴۰۰ھ)

یہ الفاظ عالم اسلام کے ممتاز عالم دین مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے ہیں۔

سید مودودیؒ کی دعوت کا دائرۂ اثر کسی خاص طبقے تک محدود نہیں رہا' بلکہ ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلّق رکھنے والے اور ہر عمر کے لوگ شامل تھے۔ ان کی دعوت کا دائرۂ اثر صرف انفرادی زندگی تک محدود نہیں تھا' بلکہ ان کی دعوت انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی پر بھی یکساں طور پر حاوی تھی۔

مولانا مودودیؒ کی دعوت کا مرکز ومحور اور منشا ومقصود بھی قرآن ہی تھا۔ چنانچہ یہی وہ سرچشمۂ ہدایت ہے جس کی بنیاد پر انھوں نے اپنی دعوت کی ابتدا کی اور یہی وہ مینارۂ نور ہے جس کی روشنی میں انھوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا مولانا اس حوالے سے فرماتے ہیں:

○ مدیر' کشمیر المسلمة' اسلام آباد

جب میں نے الجہاد فی الاسلام لکھنے کا فیصلہ کیا تو اس سلسلے میں قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور احادیث کا گہرا مطالعہ کیا۔ اس وقت مجھے یکا یک احساس ہوا کہ یہ کتاب تو ایک تحریک کی قیادت کے لیے نازل ہوئی ہے۔ یہ محض تلاوت کر کے رہ جانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس غرض کے لیے ہے کہ اس کو لے کر ایک تحریک دنیا میں اٹھے--- اسی خیال کو لے کر میں برسوں سوچتا رہا کہ یہ کام کس طرح کیا جائے۔ آخر کار ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم کی اور الحمدللہ اس کے صرف چھ ماہ بعد میں نے فروری ۱۹۴۲ء میں تفہیم القرآن لکھنے کا کام شروع کر دیا۔ (مولانا مودودی کے انٹرویو، مرتبہ: ابوطارق، ص ۴۹۷)

اس طرح ۱۹۷۲ء میں تکمیل تفہیم القرآن کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سید مودودیؒ نے اپنی دعوت اور قرآن کریم کے درمیان اس تعلّق کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''جماعت اسلامی کی تحریک شروع کرنے کے ساتھ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ میں اپنے قلم اور اپنی زبان سے اللہ کے دین کو سمجھانے کے لیے خواہ کتنا ہی زور لگا لوں لیکن جب تک خود اللہ کی کتاب کے ذریعے سے اللہ کے دین کو سمجھانے کی کوشش نہ کی جائے، اس وقت تک دین کا فہم پوری طرح حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ کتاب دین ہی کو سمجھانے کے لیے اللہ نے نازل کی ہے اور اگر دین کو سمجھانا ہے تو اس کتاب کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جب تک لوگ اس کو نہیں سمجھیں گے، اس وقت تک ان کے لیے اس مقصد ہی کو سمجھنا ممکن نہیں ہے جس کے لیے میں اور میری جماعت کام کر رہی ہے''۔ (رسالہ آئین، جولائی ۱۹۷۲ء)

دراصل مولانا مودودیؒ کی دعوت کا سرچشمہ بھی قرآن کریم ہی ہے اور منشأ و مقصود بھی۔ یہی وہ مرکز و محور ہے جس کے گرد ان کی پوری دعوت و تحریک گھومتی ہے۔ یہی وہ کتاب عظیم ہے جس نے خود ان کی زندگی میں انقلاب برپا کیا۔ یہی وہ سراج منیر ہے جس کے ذریعے ان پر حق واضح ہوا۔ یہی وہ شاہ کلید ہے، جس کے ذریعے مولانا مودودیؒ دور حاضر کے مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے قابل ہوئے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کے ذریعے مولاناؒ نے موجودہ دور کے نئے نئے چیلنجوں کا مقابلہ کیا اور معاشرے میں برپا ہونے والی منفی تحریکوں کا سدباب کیا۔ اسی کتاب کے ذریعے انھوں نے مغرب پرستی اور جدید تہذیب کی ذہنی غلامی کا قلع قمع کیا اور موجودہ نسل کے اس اعتماد کو بحال کیا

کہ اسلام ہی وہ واحد نظام حیات ہے جو موجودہ دور میں بنی نوع انسان کی قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس بحث سے سید مودودیؒ کی دعوت وتحریک اور ان کی تفسیر کے درمیان گہرے تعلّق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے تحریک اسلامی کی بنیاد ہی اس لیے رکھی کہ یہ قرآن کریم کی دعوت کا بنیادی تقاضا ہے، اور قرآن کریم کی تفسیر اس لیے لکھی کہ تحریک اسلامی کی عملی رہنمائی کے لیے ایسا کرنا ناگزیر تھا۔

● **چند اہم پہلو**: جب قرآن کے گہرے مطالعے سے ان پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل ہی اس مقصد کے لیے کیا ہے کہ اس کے ذریعے عملاً ایک اسلامی تحریک برپا کی جائے، تو انھوں نے عملاً تحریک اسلامی کے قیام کا فیصلہ کرلیا۔ پھر جب انھوں نے عملاً دعوت کے میدان میں قدم رکھا تو انھیں اندازہ ہوا کہ جس مقصد کے لیے انھوں نے یہ تحریک برپا کی ہے، اس کی تکمیل اس کے بغیر ممکن ہی نہیں کہ قرآن کریم کو اس کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا جائے۔ چنانچہ انھوں نے تفہیم القرآن کی تالیف شروع کردی۔ مولانا مودودیؒ کی دعوت اور ان کی تفسیر میں موجود اس تعلّق کا یہ فطری نتیجہ ہوا کہ انھوں نے اپنی تفسیر میں ان پہلوؤں کو زیادہ واضح کرنے کی طرف توجہ مبذول کی، جن کا تعلّق دعوتِ دین سے ہے، یا جن میں فریضہ اقامتِ دین کی اہمیّت واضح کی گئی ہے، یا ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جو مغرب کی جاہلی تہذیب ونظریات کے غلبے کی وجہ سے پس منظر میں چلے گئے تھے، یا جن کی حقیقت ان نظریات کی مصنوعی چکاچوند کی وجہ سے دھندلا گئی تھی۔

مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن میں موجودہ دور کے فتنوں، مغربی تہذیب کے جلو میں آنے والے لادین اور مادہ پرستانہ فلسفوں اور دیگر نئے نئے چیلنجوں کا جواب بھی قرآن کی روشنی میں دیا ہے۔ ان کی تفسیر کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انھوں نے مستشرقین، عیسائی مشنریوں اور مغرب زدہ طبقے کے باطل نظریات کو دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اسلامی اقدار ونظریات کے خلاف کام کرنے والی مختلف تنظیموں اور گروہوں کے باطل عقائد ونظریات اور افکار وتاویلات کا مؤثر و مدلل جواب دینے کا اہتمام بھی کیا ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ انھوں نے روایت ودرایت کا خاص اہتمام کرتے ہوئے کیا ہے۔

تفہیم القرآن سب سے زیادہ متاثر کن پہلو یہ ہے کہ انھوں نے تحریک اسلامی کی قیادت کرتے ہوئے تفسیر لکھنے کا کام بھی جاری رکھا اور یہ خدمت انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلتے ہوئے انجام دی۔ جب اسلامی تحریک کا آغاز کیا، تو اس کے ساتھ ہی انھوں نے اس کے لیے رہنمائی کا سامان بہم پہنچانے کے لیے قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کا پروگرام بھی بنایا۔ اس طرح یہ تفسیر تحریک اسلامی کی عملی و فکری قیادت کرتے ہوئے اسلام اور جاہلیّت کے مابین جاری کش مکش کے دوران میں تالیف کی گئی جس کا اندازہ اس تفسیر کے مطالعے سے ہوتا ہے۔

چونکہ سید مودودیؒ بیک وقت ایک داعی بھی تھے اور ایک مفسر بھی، اس لیے انھوں نے تفسیر میں جدید جاہلی تہذیب کے دین اور سیاست کی علیحدگی کے اس نعرے کا طلسم چاک کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور بڑی وضاحت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام، اہل مغرب کی اصطلاح کے مطابق محدود معنوں میں ایک مذہب نہیں ہے بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے جو دور حاضر میں ریاست کے تمام امور چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سید مودودیؒ کی تفسیر کا تیسرا اہم پہلو یہ ہے کہ چونکہ وہ بیک وقت مغرب کی تہذیبی یلغار کے جلو میں آنے والے لادین افکار ونظریات اور جدید مادہ پرستانہ فلسفوں پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور قرآن وسنت اور دینی علوم میں بھی مکمل بصیرت رکھتے تھے، اس لیے انھوں نے موجودہ دور کے چیلنجوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور جدید تہذیب کی کوکھ سے جنم لینے والے افکار ونظریات اور فلسفوں، مثلاً سیکولرزم، کمیونزم، ڈارون کے نظریۂ ارتقا، مارکس کے تاریخ کی مادی تعبیر کے نظریے اور اس طرح کے دوسرے نظریات کو عقلی دلائل سے باطل ثابت کیا ہے، نیز مستشرقین، عیسائی مشنریوں اور مغرب زدہ طبقے کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا بھی مؤثر انداز میں ازالہ کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے مغربی سامراج کے زیرسایہ پروان چڑھنے والی تحریکوں، مثلاً فتنہء انکارسنت اور قادیانیت کا بھی مؤثر انداز میں توڑ کیا ہے۔

یہ تفسیر تین عشروں میں مکمل ہوئی۔ بظاہر یہ عرصہ کسی تفسیر کی تکمیل کے لیے غیر معمولی دکھائی دیتا ہے لیکن انھوں نے اس عرصے میں صرف تفسیر کی تکمیل کا کام نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی دیگر مستند اور علمی کتب بھی تالیف کیں، اور ساتھ ساتھ جماعت اسلامی کی فکری وعملی قیادت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ انھوں نے ایک طرف قرآن کی تفسیر لکھی اور دوسری طرف نئی نسل کی تربیّت پر بھی توجہ

مرکوز رکھی اور اسلام مخالف تحریکوں کے داعیوں سے برسرِ پیکار بھی رہے۔ اس عرصے کے دوران میں ملک میں آمریت کے علم برداروں سے بھی نبرد آزما رہے۔ یوں اس پورے عرصے کے دوران میں ان کی کیفیت یہ رہی کہ کبھی تو وہ اپنے دفتر میں ضخیم علمی اور دینی کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہوتے، اور کبھی کسی جلسہ گاہ میں عوام الناس سے خطاب کر رہے ہوتے، یا ان کے مسائل سنتے اور ان کا حل بتا رہے ہوتے، اور کبھی کسی یونی ورسٹی میں اہل علم و دانش اور قانون دان طبقے کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو موجودہ دور میں بھی زندگی کے ہر میدان میں مکمل رہنمائی کا سامان فراہم کرتا ہے، اور کبھی کسی جیل کی کال کوٹھڑی میں صرف اس جرم کی پاداش میں پابند سلاسل ہوتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی حاکمیت تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے۔

یہ تھے وہ غیر معمولی حالات جن میں سید مودودیؒ نے اپنی تفسیر مکمل کی اور انھی غیر معمولی حالات کی وجہ سے یہ عظیم کام اتنے طویل عرصے میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔

تفہیم القرآن کی جملہ خصوصیات کا احاطہ کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم صرف چند خصوصیات کا اجمالی ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔

● **مقدمہ تفہیم القرآن، قرآن فہمی کی کلید:** سید مودودیؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں قرآن کریم سے متعلق ان سوالات کا جواب دیا ہے جو بالعموم ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں، اور ان سارے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو مخالفین کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں، مثلاً قرآن کریم کا موضوع کیا ہے؟ اس کا مخاطب کون ہے؟ اس کے بتدریج نازل ہونے کے کیا اسباب ہیں؟ اس کو اس کے نزول کی ترکیب سے کیوں نہیں مرتب کیا گیا؟ اس میں ایک عام کتاب کی تصنیفی ترتیب کیوں نہیں پائی جاتی؟ اس کا انداز علمی سے زیادہ خطیبانہ کیوں ہے؟ قرآن مجید کو سمجھنے کی عملی تدابیر کیا ہیں اور ان سے کس طرح استفادہ کیا جا سکتا ہے؟ قرآنِ کریم جس دعوت کے ساتھ نازل ہوا ہے اسے موجودہ دور میں عملاً کس طرح برپا کیا جا سکتا ہے؟ یوں تفہیم القرآن کا مقدمہ قرآن فہمی کے لیے ایک کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔

● **ہر سورہ کا جامع تعارف:** سید مودودیؒ کے اسلوب تفسیر کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی ہر سورہ کی ابتدا میں انتہائی مفصل اور جامع مقدمہ تحریر کرتے ہیں۔ اس

مقدمے میں وہ سورہ کے نام' اسباب نزول اور اس مرحلے کا ذکر کرتے ہیں جس میں وہ سورہ نازل ہوئی تھی' نیز مقدمے میں وہ دعوت کے اس مرحلے میں نازل ہونے والی ہدایات ربانی کی تطبیق دعوت کے موجودہ مرحلے سے کر کے تحریک اسلامی کے کارکنوں کے لیے رہنمائی کا سامان بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مقدمے میں سورہ میں بیان کردہ مرکزی مضمون پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

● **تفسیر بالماثور کا اہتمام:** سید مودودیؒ اپنی تفسیر میں تفسیر بالماثور کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں وہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن کریم کی دیگر متعلقہ آیات سے استدلال کرتے ہیں اور پھر صحیح احادیث اور اقوال صحابہؓ سے اور اس کے بعد تابعین کرامؒ کے اقوال سے۔ یوں *تفہیم القرآن* میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے۔ *تفہیم القرآن* میں ذکر کردہ احادیث مبارکہ کی امہات الکتب' مثلاً *الجامع الصحیح* ' *صحیح مسلم* وغیرہ سے مطابقت کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید مودودیؒ نے اپنی تفسیر میں جن احادیث کو بیان کیا ہے' ان کے بارے میں پہلے اس امر کا پوری طرح اطمینان کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ روایت و درایت کے اصولوں کے مطابق صحت کے معیار پر پورا اترتی ہیں۔

● **دعوتِ دین کی اہمیت اور تقاضوں کو اجاگر کرنا:** تفسیر میں متعلقہ آیات کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے دین کی دعوت اور اس کے اصول و مقاصد اور تقاضوں کو پیش کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں سید مودودیؒ نے دعوت کے اصول و مبادی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دعوت کے اسلوب اور داعی کی صفات کے بارے میں سیرت طیبہ اور احادیث کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کی ہے' اور متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ دعوت کے کس مرحلے میں نازل ہوئی ہیں اور موجودہ دور میں داعیِ حق کے لیے ان میں کیا رہنمائی موجود ہے۔ یوں *تفہیم القرآن* کا مطالعہ انسان کو دعوت حق کے اس کام کے لیے عملاً بھی تیار کرتا ہے' جس کو برپا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل فرمایا تھا۔

● **اسلام' ایک مکمل نظام حیات:** اسلام کو ایک مکمل نظام حیات ثابت کرنے کے بعد اسلامی حکومت کے قیام کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسلامی ریاست کے مختلف پہلوؤں کو

اجاگر کرتے ہوئے دین و سیاست کی علیحدگی کے جاہلانہ تصور کی نفی کرتے ہیں، انھوں نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا کہ اسلام ہی وہ دین فطرت ہے، جو ہر دور کے انسانوں کے لیے فلاح و کامرانی کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ سب کچھ انھوں نے متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیر کے دوران قرآن وسنت کے باقاعدہ حوالوں اور مضبوط عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

مزید برآں شریعت اسلامی کے بنیادی ماخذ اور اسلامی ریاست میں شوریٰ کی اہمیّت کا ذکر بھی ٹھوس اور مدلل انداز میں کیا ہے، اور بتایا ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا دین کا بنیادی تقاضا ہے۔ اس لیے کہ اسلامی نظام کے قیام کے بغیر دین کی تعلیمات اور تقاضوں پر صحیح طور پر عمل درآمد کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یوں تفہیم القرآن کے مطالعے سے نہ صرف یہ کہ انسان پر اسلام کے ایک مکمل نظام حیات ہونے کا تصور واضح ہوتا ہے بلکہ وہ اقامت دین کی جدوجہد کے لیے عملاً بھی تیار ہو جاتا ہے۔

- **قرآنی قصص سے استدلال کا اسلوب:** سید مودودیؒ کے اسلوب تفسیر کی نمایاں خصوصیّت قرآنی قصص سے استدلال کا خصوصی اسلوب ہے۔ اس سلسلے میں سید مودودیؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ مختلف قصوں کا دعوت دین کے ان مراحل سے جن میں وہ نازل ہوئے ہیں، براہ راست تعلّق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قصہ دعوت دین کے کسی نہ کسی خاص مرحلے میں، اس موقع کی مناسبت سے اہل ایمان کی رہنمائی کے لیے نازل کیا ہے جو دعوت دین کے اس مرحلے میں ضروری تھا، تاکہ دعوت کے اس مرحلے میں سابقہ انبیا علیہم السلام کے واقعات کی روشنی میں ان کی رہنمائی اور تربیت کی جاسکے۔ اس کے ساتھ ہی سید مودودیؒ یہ بھی بتاتے ہیں کہ موجودہ دور میں اہلِ ایمان خصوصاً دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے ان قصوں میں کیا رہنمائی ہے۔ نیز سید مودودیؒ نے اپنی تفسیر میں اسرائیلیات سے ماخوذ انبیا علیہم السلام سے منسوب ایسے قصوں اور حکایات کی سختی سے تردید بھی کی ہے جو ان کے مقام اور قدر و منزلت کے منافی ہیں۔

- **فقہی مسائل میں مسلکی عصبیت سے اجتناب:** سید مودودیؒ کے اسلوب تفسیر کی ساتویں اہم خصوصیّت فقہی احکام اور قوانین سے متعلّق آیات کریمہ کی تشریح کے حوالے سے

ان کا خصوصی انداز ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں تفہیم القرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید مودودیؒ احکام سے متعلق آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے کبھی تو فقہا کی آرا باہمی موازنے کے بغیر جوں کی توں بیان کر دیتے ہیں، اور کبھی ان آرا کا قرآن وحدیث کی روشنی میں آپس میں موازنہ کر کے کسی خاص رائے کو راجح قرار دیتے ہیں، لیکن ایسا کسی خاص مسلکی تعصب کی بنا پر نہیں کیا جاتا، بلکہ راجح رائے کے صحیح اور ٹھوس ہونے کی بنا پر واضح دلائل کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ یوں سید مودودیؒ فقہی احکام سے متعلق آیات کی تفسیر مسلکی تعصب کی بنیاد پر محض اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کے لیے نہیں کرتے، بلکہ زیادہ صحیح رائے تک پہنچنے کے لیے کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی تفسیر کی افادیت تمام مسالک کے مسلمانوں کے لیے یکساں طور پر ہے۔

• **مختلف مقامات کے نقشے اور تصاویر:** سید مودودیؒ کے اسلوب تفسیر کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر میں بعض آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ان آیات میں مذکور مقامات کے نقشے بھی دیے ہیں تاکہ آیات کریمہ کا مفہوم بیان کرنے میں آسانی رہے۔ وہ واحد مفسر ہیں جنھوں نے اس مقصد کے لیے ارض قرآن کا باقاعدہ سفر کیا، تاکہ ان علاقوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔ چنانچہ جب کبھی وہ کسی ایسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں، جس میں کسی خاص علاقے کا ذکر ہوتا ہے تو اس آیت کی ماثور تفسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ متعلقہ علاقے کا نقشہ دے کر مزید وضاحت بھی کرتے ہیں۔

• **اہلِ کتاب کی مقدس کتابوں سے استشہاد:** وہ اہل کتاب کی مقدس کتابوں، تورات وانجیل وغیرہ کا حوالہ بالعموم یا تو اس لیے دیتے ہیں کہ ان کتابوں کا تحریف شدہ ہونا ثابت کیا جاسکے، یا پھر ان سے مستشرقین اور مخالفین کے اس الزام کو رد کرنے کے لیے استشہاد کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اہل کتاب کی مقدس کتب یا ان کے علما سے سیکھا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ان کتابوں کے حوالے ان کتب میں موجود خلاف واقع اور متضاد امور کی نشان دہی کے لیے بھی دیتے ہیں اور بعض اوقات یہ ثابت کرنے کے لیے بھی کہ کس طرح ان لوگوں نے اپنے انبیا علیہم السلام پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات لگا کر ان کی توہین کی ہے۔

• **فروعی مباحث سے اجتناب:** وہ تفسیر میں ایسے موضوعات کو نہیں چھیڑتے، جو